

## بارھواں بلاک

کو پہن ہیگا، آٹھ لاکھ لوگوں پر مشتمل ایک انتہائی خوبصورت شہر ہے۔ ایک، اسی شہر میں فائرڈیپارٹمنٹ میں کام کرتا تھا۔ مغرب میں فائرڈیپارٹمنٹ ہر قسم کی ایم جنسی کیلئے بنایا گیا ہے۔ اب تو خیر اور بھی کئی محکے موجود ہیں جو لوگوں کو چوبیں گھنٹے مدد فراہم کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ مگر چالیس برس پہلے صرف فائرڈیپارٹمنٹ ہی شہر کی ایم جنسی کا منتظم تھا۔ ویسے کو پہن ہیگا دنیا کے پہلے تین بہترین شہروں میں آتا ہے۔ جہاں ہر انسان کو سہولت مہیا کی گئی ہے۔ جہاں ہر حکومت دل و جان سے عوام کی فلاج کرنے کیلئے سخت ترین کوشش کرتی ہے۔ ویسے اس شہر میں ایک اور خاص بات بھی ہے۔ وہاں درجنوں نہیں، سینکڑوں ہل ہیں، پہلک پارکس ہیں، لا جواب سڑکیں ہیں، مگر کسی بھی جگہ کسی سیاستدان کے نام کی تختی نہیں لگائی گئی۔ کہ جناب فلاں وزیر اعظم یا وزیر اعلیٰ یا وزیر نے ”کمال مہربانی“ کرتے ہوئے ہل پیاپار کا افتتاح فرمایا تھا۔ وہاں ہمارے ملک جیسے جعلی بلکہ ادنیٰ افتتاحوں کا کوئی رواج نہیں ہے۔ وجہ صرف ایک کہ سہولتوں کی تعمیر کیلئے لوگوں کے ٹیکس کے دیے گئے پیسے خرچ کیے جاتے ہیں۔ یہ کسی سیاستدان کا قطعاً احسان نہیں ہوتا۔ پھر تختی لگا کر ذاتی تشہیر کیسی بات ڈنمارک کی ہو رہی تھی۔ جو ایک زندہ قوم ہے۔ ہم لوگ نہ قوم بن پائے، نہ ہی منظّم گروہ۔ ہم ایک بے قابو سماج ہیں، جسکے وجود کا کوئی مطلب یا مقصود نہیں۔

ایک اپنے سادہ سے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا۔ کالے رنگ کا پرانا ٹیلیفون ساتھ پڑا ہوا تھا۔ رات کے گیارہ نجح چکے تھے۔ تقریباً تین گھنٹے سے کوئی ٹیلیفون نہیں آیا تھا۔ شہر پر سکون تھا اور ایک آرام سے ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی۔ ایک نے پھرتی سے فون اٹھایا۔ دوسری طرف سے ایک نحیف سی آواز آرہی تھی۔ ایک بزرگ خاتون بڑی آہستہ بول رہی تھی۔ میں کمرے میں گرگئی ہوں اور سر پر چوٹ آئی ہے۔ مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا۔ ایک پریشان ہو گیا۔ سوال کیا کہ نام کیا ہے۔ عورت نے آہستہ سے جواب دیا کہ اسے یاد نہیں ہے کہ اسکا نام کیا ہے۔ ایک نے دوسرا سوال کیا کہ آپ کو یاد ہے کہ آپ کس شہر سے بول رہی ہیں۔ جواب تھا، مجھے کچھ یاد نہیں۔ اب ایک کی پریشانی بڑھ رہی تھی۔ محلہ کا نام یاد ہے یا وہ بھی نہیں۔ جواب مکمل طور پر نہیں میں تھا۔ عورت کی آواز کمزور سے کمزور تھوڑی تھی۔ گھر کا ایڈریس پوچھا، تو وہ بھی یاد نہ تھا۔ ایک کو پسینہ آگیا۔ ایک عورت، جسے سر پر چوٹ آئی ہے، مدد کی ضرورت ہے۔ اسکا ایڈریس، کوئی معلومات، کسی قسم کا محل وقوع، کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ آواز سے لگتا تھا کہ عورت سخت تکلیف میں ہے اور کافی عمر ہے۔ اسے مدد کی واقعی ضرورت ہے۔ مگر سوال تھا مدد کیسے کی جائے۔ سب سے پہلے، ایک نے شہر کی میں اپنے پنج میں فون کیا۔ آپریٹر نے سخت کوشش کر کے بتایا کہ فون اسی شہر سے آیا تھا۔ یعنی کوپن ہیگل سے۔ مگر اتنے بڑے شہر میں اس عورت کو کیسے تلاش کیا جائے۔ ایک نے عورت کو کہا کہ کسی بھی صورت میں اس نے فون بند نہیں کرنا اور فون کے نزدیک رہنا ہے۔ عورت کی بض ڈول رہی تھی اور ساتھ ساتھ بولنے کی قوت بھی ختم ہو رہی تھی۔ اس نے فون بند نہیں کیا۔ اب صرف فون پر بزرگ عورت کی ڈوبتی ہوئی سانسوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ایک نے فوراً اپنے سینٹر سے بات کی اور ساری صورتحال بتائی۔ اپنا فیصلہ بھی بتایا کہ وہ ہر قیمت پر اس بوڑھی

عورت کی زندگی بچائے گا۔ سینٹر فائز میں نے رات کو ایک بجے شہر کے منتظم کو نیند سے اٹھا کر مطلع کیا۔ صرف تین چار منٹ میں فیصلہ ہوا کہ تمام حکومتی وسائل، ایرک کیلئے فراہم کیے جائیں تاکہ عورت کی مدد ہو سکے۔ ہاں، ایرک کو عورت نے صرف یہ بتایا تھا کہ اسکے کمرے کی کھڑکیاں چوکور ہیں۔ اس سے ایک بات تو معلوم ہو چکی تھی کہ وہ شہر کے پرانے حصے میں رہتی ہے۔ مگر شہر کے اس حصے میں بھی لاکھوں لوگ رہتے تھے اور ہزاروں کھڑکیاں چوکور تھیں۔ ایرک نے فون پر بڑی منٹ کر کے عورت کو پیغام دیا کہ اس نے اپنے کمرے کی لائٹ کسی صورت میں بند نہیں کرنی۔ عورت کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ مگر ایرک کو یقین تھا کہ وہ اسے سن رہی ہے۔ شاند جواب نہیں دے پا رہی۔

ایک نے ایر جنسی گاڑیوں کو بارہ حصوں میں تقسیم کیا۔ اسلیے کہ شہر کے پرانے حصے میں بارہ بلاک تھے۔ گاڑیوں کے ڈرائیوروں کو کہا کہ انہوں نے پوری طاقت سے سائز بجانے ہیں۔ اب ایرک فون سے کان لگا کر بیٹھ گیا۔ دس منٹ بعد اسے فون پر سائز کی آواز آنے لگی۔ اب سوال یہ تھا کہ وہ زخمی عورت کس بلاک میں ہے۔ ایرک نے گاڑیوں کے ڈرائیوروں کو کہا کہ صرف ایک گاڑی اپنا سائز بجائے۔ اپنے بلاک کا چکر لگائے اور پھر سائز بند کر لے۔ اسکے بعد ترتیب سے دوسری گاڑی اپنے مختص بلاک میں سائز بجائے اور پھر چکر مکمل کر کے دوبارہ خاموش ہو جائے۔ ایک ایک کر کے گاڑیوں نے اپنے سائز بند کر کے انتہائی منتظم طریقے سے اپنی باری پر سائز بچانا شروع کر دیا۔ آدھا گھنٹہ نزدیکیاں فون پر سائز کی کوئی آواز سنائی نہیں دی گئی۔ گیارہ گاڑیاں اپنے اپنے بلاک میں سائز بجا کر خاموش ہو گئیں۔ اب صرف ایک گاڑی اور ایک بلاک رہ گیا تھا۔ ایرک پریشان تر ہوتا گیا۔ بارھوں بلاک یعنی آخری بلاک میں ایر جنسی گاڑی نے سائز آن کیا اور بلاک میں آہستہ آہستہ چلنا شروع کر دیا۔ ایرک کو ٹیلیفون پر سائز کی آواز آنے لگی۔ یعنی عورت کا گھر اسی بلاک میں تھا۔ وہ خود وہاں پہنچ گیا۔ مگر وہاں پہنچ کر پریشان ہو گیا۔ کیونکہ اس بلاک میں سینکڑوں گھر تھے اور سب کی کھڑکیاں چکور تھیں۔ ان میں سے ایک گھر تک پہنچانا ممکن تھا۔ اتنی دیر میں صوبے کا چیف منتظم یا وزیر اعلیٰ بھی موقعہ پر آچکے تھے۔ وہ مکمل خاموش تھا۔ موجودگی اسلیے ضروری تھی کہ ایرک کو وسائل کے لحاظ سے کوئی دقت نہ ہو۔ دیکھا جائے تو پوری حکومت، اس وقت ایرک کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ فون پر ایرک نے بزرگ عورت سے بات کرنے کی کوشش کی۔ مگر جواب نہ آیا۔ ایرک بڑی تشویش میں گاڑی سے باہر نکلا اور ہلمنا شروع کر دیا۔ اب کیا کیا جائے۔ سینکڑوں گھر تھے۔ سب کی کھڑکیاں چکور تھیں۔ ہزاروں کمروں کی لائٹیں آن تھیں۔ اچانک ایرک کے ذہن میں نایاب خیال آیا۔ گاڑی میں گیا اور مائیک پر اعلان کیا کہ اس بلاک میں ایک بوڑھی عورت زخمی حالت میں ہے۔ اسے امداد نہ ملی تو وہ مر جائیگی۔ لہذا اعلان کو سننے والے حضرات اپنے گھروں کی تمام لائٹیں بند کر لیں۔ کیا آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس حکم کا عمل کیا ہوا۔ صرف ایک منٹ میں پورے بلاک کے لوگوں نے انسانی جان بچانے کیلئے اپنے گھروں کی لائٹیں فی الفور بند کر لیں۔ پورے بلاک میں اندھیرہ ہو گیا۔ اس پُر سکون اندھیرے میں صرف ایک گھر کی چوکور کھڑکی کی لائٹ آن تھی۔ یہی اس عورت کا گھر تھا۔ ایرک نے عملہ سمیت اس بلڈنگ کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ فلیٹ کا دروازہ بند تھا۔ اسے توڑ کر پوری ٹیم گھر کے اندر داخل ہوئی۔ فرش پر بزرگ عورت بیہوش پڑی تھی۔ اسکے سر سے خون نکل رہا تھا۔ اور پرانے ٹیلیفون کا چونگا اسکے قریب پڑا ہوا تھا۔ ٹیم

نے سڑپچر پر بیہوش عورت کو لٹایا اور ہسپتال لے گئے۔ وہاں ماہر ترین ڈاکٹر ایر جنسی میں انتظار کر رہے تھے۔ تین گھنٹے کے طویل آپریشن کے بعد عورت ہوش میں آئی۔ اسکی جان نجیگی۔ وجہ صرف ایر کی حکمت عملی اور حکومت کی عملی پشت پناہی تھی۔ جس نے ایک انسانی جان بچانے کیلئے ایر کو تمام وسائل مہیا کر دیے۔ چالیس برس پہلے کا یہ واقعہ ڈنمارک میں پیش آیا۔ ایر کا نیس برس کا نوجوان تھا اور کالج سے چھٹیوں میں سماجی کام کر رہا تھا۔ اس کا فارڈی پارٹمنٹ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ اتفاق سے اس دن ڈیوبنی پر تھا۔ یہ واقعہ مغربی معاشرے کی صرف ایک جھلک پیش کرتا ہے۔ اگر بروقت طبی امداد نہ پہنچتی تو بزرگ عورت اپنے گھر میں ہی مر جاتی۔ وہ اکیلی رہتی تھی اور اسکے گھر میں کوئی بھی نہیں تھا۔

اس واقعہ کو زیر تحریر کرنے کا مقصد صرف ایک ہے کہ ہمیں یہ شعور ہو کہ عملی طور پر انسانیت کیا ہے۔ مغرب میں حکومت اپنے شہریوں کی فلاں و بہبود کیلئے کہاں تک جا سکتی ہے۔ رات کو دو بجے بھی پورے حکومتی عمال اٹھ کر، ایک عورت کی جان بچانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ حکومت کا مقصد صرف اور صرف عوام کی فلاں اور حفاظت ہے۔ ویسے مجھے یہ واقعہ نہیں لکھنا چاہیے تھا۔ اسلیے کہ شعوری طور پر یقین ہے کہ ہم لوگ انسانی سطح سے بہت نیچے کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ہمارے ناوے فیصلوں کو بین الاقوامی سطح پر انسانی زندگی کے بلند معیار کا اندازہ ہی نہیں، لہذا نکے لیے ایک معمولی سی ادنی سہولت بھی بڑے کام کی چیز ہے یا اسے کام کا ثابت کر دیا جاتا ہے۔ ہم جانوروں کی سطح پر سانس لے رہے ہیں۔ ہمیں اس ادنی زندگی کا مکمل طور پر عادی بنادیا گیا ہے۔ ہاں ہمارا ایک فیصلہ طبقہ، بہترین زندگی گزار رہا ہے۔ انکا علاج بھی ملک سے باہر ہوتا ہے اور وہ زندگی کو سو فیصد بلند معیار پر گزارتے ہیں۔ عرض کرتا چلوں کہ مجھے سیاست جیسے بیکار شعبے سے کوئی رغبت نہیں۔ پر کیا یہ موزوں سوال نہیں کہ ہمارے تمام اکابرین، انکے اہل خانہ، بچے، بچیاں، تمام طبی سہولتوں کیلئے نیویارک یا لندن جاتے ہیں۔ کیا یہ واقعی عبرت ناک بات نہیں کہ گزشتہ ستر برسوں سے ہم اپنے پورے ملک میں لوگوں میں بین الاقوامی سطح کا ایک بھی ہسپتال نہیں بناسکے۔ چیزیں، عوام کو جانے دیجئے۔ خواص تک کیلئے پورے ملک میں ایک قابل اعتبار شفاء خانہ نہیں ہے۔ عوام تو پیدا ہی ایڑیاں رکڑ نے کیلئے ہوئے ہیں۔ اس کا کیا گلہ کیا جائے۔ مگر ستر برس سے ہماری کوئی بھی حکومت کسی بھی لحاظ سے لوگوں کا معیارِ زندگی بلند نہیں کر پائی۔ بین الاقوامی سطح کا معیارِ زندگی ہمارے لیے خواب ہے یا شائد جنتی وعدہ ہے۔ ہم ہر شعبے میں خوفناک حد تک ناکام ہیں۔

ہاں ایک اور عجیب سی بات، ہمارے ہاں اگر کوئی شخص یا تنظیم تھوڑا سا بھی فلاہی کام کرتی ہے تو فوراً لوگوں سے چندہ اور امداد مانگنے شروع کر دیتی ہے۔ اگر کوئی شخص اتفاق سے مثبت سماجی کام کر رہا ہے تو وہ اپنے آپ کو دیوبانہ کر پیش کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اس سے زیادہ گھٹیاڑ زعمل کیا ہوگا۔ یہ لوگ فلاں کیلئے دوسروں سے پیسے وصول کرنا چاہتے ہیں۔ مگر انپنی جائیدادیں محفوظ سے محفوظ تر رکھتے ہیں۔ ایک آنہ بھی دان نہیں کرتے۔ اصل میں اس ملک کے بائیس کروڑ لوگ، بارہویں بلاک میں زندگی گزار رہے ہیں۔ ہم سب تکلیف میں ہیں۔ اپنے گھر کی لائیٹیں جلا کر صرف اس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ کوئی مجذہ ہو جائے اور کوئی ایر کا انکے گھر تک مدد کرنے کیلئے پہنچ جائے۔ مگر صاحبان! یہ مجذہ بھی بھی برپا نہیں ہوگا۔ ہم ہمیشہ اسی تنگی میں رینگے۔ ہمارا ایر کبھی بھی ہم تک نہیں پہنچ پا یگا۔ ہم زندہ بھی

بارھویں بلاک میں ہیں، اور اب مرننا بھی اسی بلاک میں ہی ہے۔ کوئی گلہ نہیں، کوئی شکوہ نہیں!

راومنظر حیات